عمران سیریز ناول

زہر کی سیاہی



نورین خان

عمران سیریز ناول

زہر کی سیاہی

نورین خان

عمران سیریز ناول زہر کی سیاہی

8 جنوری، 2025

آج پھر طوفانی موسم تھا۔

ایسے لگ رہا تھا جیسے سورج نے چھدرے چھدرے بادلوں کے پیچھے اپنا منہ چھپا لیا ہوں۔

ابھی آسمان شفاف اور نیلا تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے قبضہ جما لیا تھا۔"

ہوائیں چلنے لگی تھیں جنگلی روش پر رنگ برنگے پرندے بےچین ہو کر ادھر ادھر اڑان بھرنے لگے تا کہ ان کو سکون کی جگہ مل سکے۔

گلی میں موجود شرارتی بچوں نے وقت سے پہلے ہی کاغذ کی کشتیاں بنا لی تھیں تا کہ بارش شروع ہونے کے بعد ان کو پانی میں چلا سکیں۔

علی عمران اپنے کتابوں کو نکال کر انہیں ٹھیک کر رہے تھے۔

سلیمان کہاں ہو؟

کیا ہے صاحب میں مصروف ہوں۔

کیا بات ہے سلیمان پاشس۔۔۔آج تمھارے

آلو، گوبھی، اور مولی کی روٹیاں پک رہی ہیں۔۔۔؟

روٹیاں نہیں صاحب۔۔۔ بلکہ پراٹھے وہ بھی دیسی گھی میں تلے ہوئے۔

سچی یا جھوٹ۔؟

سچ مچ صاحب۔

تو کیا تیری محبوبہ نے تنور تپایا ہے نا۔۔۔"

سلیمان نے زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔"

پکے ہوئے پراٹھوں کی بھینی بھینی خوشبو آ تھ رہی تھی اور عمران کو للچا رہی تھی۔"

صاحب آپ یہ کتابیں کباڑی کو بھیج دیں میں انکو سنبھالتے سنبھالتے تنگ آ گیا ہوں۔

کیوں میرے کتابوں کے ازلی دشمن۔۔خبردار جو انکو ہاتھ بھی لگایا سمجھے۔

اچھا صاحب میں دیسی گھی میں بسے پراٹھے لاتا ہوں آپ کھائیں اور جان بنائیں۔"

سلیمان چونک کر پلٹا"

کیوں خیر تو ہے خانساماں پیارے؟

آپکا یہ دعوت نامہ مجھے کل ملا تھا۔ یہ لیجئے صاحب پڑھ لیجیے۔:

اوہ! یہ تو شہر کے نامور اور مشہور ادیب حسین احمد کی کتاب رونمائی کا دعوت نامہ ہے اور تاریخ بھی آج شام کی ہے۔

صاحب باہر بارش ہونی والی ہے میں اس موسم میں آپکو باہر جانے نہیں دے سکتا۔

ارے کم بخت تم میرے خانساماں ہو نہ کہ ماں۔

مجھے تو کتابوں سے عشق ہے میں تو ضرور جاوں گا پیارے۔

میرے خیال میں مجھے بر کے پائچے کالٹھے پاجامہ، مغلی گریبان کا کرتہ، لال شاہی جوتی، سر پر چو پایہ ٹوپی، گلے میں پیلا رومال باندھ کر جانا چاہئے۔

صاحب وہ کتاب کی رونمائی ہے۔

ادیب حسین احمد کا نکاح نہیں جو چوارے کھانے آپکے جانا ہے۔

ویسے سیلمان تم میرے دوست ہو یا دشمن؟

میں آپکا سب کچھ ہوں بس دوست، دشمن، ہمدرد، چاہنے والا، باورچی، نوکر، دوست، رفیق۔

بس بس میرے ہمدرد سمجھ گیا۔

باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد عمران واپس گھر آیا۔

پھر تصنیف کے کام میں ہمہ تن محو ہو جانے کے بعد گرم گرم چائے پینے لگا۔:

یہاں تک کہ لکھتے لکھتے شام ہو گئی۔

اپنا قلم دان بند کر دیا۔

کپڑے بدلے اور ادیب کے گھر کی جانب چل پڑے۔

موسم طوفانی تھا اور ایک انجانے طوفان کی آمد آمد تھی۔"

لاہور کے قدیم محلے کی گلیوں میں قدم رکھتے ہی ایک خاص سی خوشبو اور ایک عجیب سی خاموشی محسوس ہوتی تھی۔

یہ وہ شہر تھا جس کی گلیاں تاریخ کی کہانیوں سے بھری ہوئی تھیں،

جہاں ہر موڑ پر ہر گھر میں ایک نئی کہانی چھپی ہوئی تھی۔

اس محلے کی ایک عجیب بات یہ تھی کہ یہاں کے لوگ، ہمیشہ اپنی ہی دنیا میں گم رہتے تھے،

سارا دن کھاتے تھے اور شام کے وقت سیر کے لئے بمعہ فیملی نکل جاتے۔

شہر کے چاروں طرف شاداب اور گھنے باغات تھے۔:

عمران ادیب حسین احمد کے حویلی پر پہنچے شہر کے مشہور اور نامور ادیب اور لکھاری تقریب میں پہلے سے موجود تھے۔

زمین پر دری بچائی ہوئی تھی۔

دری کے اوپر ایک پتلا سا گدیلا بچا ہوا تھا پیچھے گاو تکیہ، سامنے دو لمپ پڑے ہوئے تھے۔

پہلو میں پشاوری قمدان، اس کے برابر تھال اور اس میں پان پڑے ہوئے تھے۔

ساتھ ایک بہت بڑی سینی جس میں مختلف طرح کے قلم اور مختلف رنگوں کی دواتیں اور مختلف رنگ کے پینسلیں پڑی ہوئی تھیں۔

چار پانچ پلیٹوں میں کٹی ہوئی چھالیہ اور میٹھی ریوڑیاں بھی پڑی تھیں۔

مہمانوں کا جب جی چاہتا ہاتھ آگے بڑھاتے اور ان پلیٹوں سے دو تین دانے اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے۔

اسلام علیکم عمران صاحب آیئے تشریف رکھئے۔

حاضرین یہ ہے ہمارے دوست علی عمران صاحب انکو بھی اردو ادب اور کتابوں سے عشق ہے۔

مشہور ادیب احمد رشید ناظمی نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

آپ سے مل کر خوشی ہوئی عمران صاحب۔

مجھے اقتدار علی خان کہتے ہیں میں سات کتابوں کا لیکھک ہوں۔

آپ سے مل کر تھوڑی خوشی ہوئی۔

کیا مطلب۔؟

مطلب یہ کہ صرف سات کتابیں اگر چودہ کتابیں ہوتیں تو زیادہ خوشی ہوتی مجھے۔

آہاہاہاہا۔۔۔آپ بہت دلچسپ آدمی ہے۔

میں آپکے لئے بادام کا شربت لاتا ہوں محترم۔

جی جی ضرور۔

عمران تقریب میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔لوگ آجا رہے تھے۔

ارے عبدالقادر صاحب آپ عمران خوشی سے انکی جانب بڑھا۔

کیسے ہو برخوردار؟

ٹھیک ہوں قبلہ! آپ سنایئے کوئی نئی کتاب آئی ہے۔؟

حیرت ہے آپ عبدالقادر صاحب کو بھی جانتے ہیں جن کے پاس ایک وسیع اور گراں قدر کتاب خانہ موجود ہے۔

کتاب خانہ یعنی لائبریری عمران نے ٹوکا۔

جی جی وہی اقتدار علی خان بولے۔

آپکو علم ہے عبدالقادر صاحب اردو اور انگریزی میں بیتکان گفتگو کر سکتے ہیں۔

اور دونوں زبانوں کے نامور ادیب ہے۔

میں تو ایک عاجز سا بندہ ہوں عبدالقادر صاحب مسکرانے لگے۔

جی مجھے معلوم ہے عمران نے جواب دیا۔

عمران بھائی آپکی پسند کی ایک غزل ہو جائے۔

ہاں ہاں ضرور سنئے ادر میں بات کے

دل کے مٹکے کو مئے عشق سے بھرنے نہ دیا
تم نے جینے نہ دیا شوق نے مرنے نہ دیا

پاؤں دہلیز پہ کمبخت نے دھرنے نہ دیا
ان کے کتے نے مرا عشق اُبھرنے نہ دیا

کیک کس طرح بھلا دل کا کھلاتے ان کو
جن کو فرصت ہی کبھی لوٹ بھڑنے نہ دیا

دیکھ کر واعظ بد خو نے ہماری بکری

اپنے میداں کی ذرا گھاس بھی چرنے نہ دیا

تھی تمنا کہ رہِ راست پہ لاتے اس کو

اس کے چمچوں نے مگر اس کو سدھرنے دیا

ان کے چلنے کے لئے ٹاٹ بچھایا دل کا

غم کی کیچڑ سے اُنھیں ہم نے گزرنے نہ دیا

ان سے رخصت جو ہوا کہہ کے میں بائی بائی

دو قدم ساتھ میرا ان کی نظر نے نہ دیا

دل کی بھٹی پہ سدا آگ تپایا بانکے

میں نے سردی میں کبھی ان کو ٹھٹھرنے نہ دیا

واہ واہ مزا آ گیا ویسے یہ کس کی غزل ہے عمران میاں۔

ویسے میں ابھی میاں بنا نہیں البتہ یہ غزل ادریس بانکے کی ہے۔

عرفان علی بھی ایک مشہور ادیب تھا، جو اردو ادب کی دنیا میں اپنی منفرد پہچان رکھتا تھا۔

وہ حسین احمد کی کتاب کی رونمائی کی تقریب میں شریک تھا، جو لاہور کے ایک معروف علاقے میں حسین احمد کے گھر منعقد کی جا رہی تھی۔

تقریب کا ماحول انتہائی خوشگوار تھا، جہاں مختلف ادیب، شاعر، اور ادب کے شائقین ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔

ارے علی عمران صاحب کیسے ہے آپ؟

ٹھیک نہیں ہوں۔ بور ہو رہا ہوں علی عرفان صاحب۔

آہاہاہاہاہا آپ بڑے وہ ہے۔

ہیہ۔۔۔۔ بڑے وہ۔۔۔۔عمران کا چہرہ لال ہونے لگا۔

عبدالقادر صاحب کیسے مزاج ہے؟

کوئی اپنی پسند کی غزل پھڑکائیں نہ۔

جی قبلہ ! کیوں نہیں۔

عریانیت کا ایسا چلن عام ہو گیا

یہ دلیش نہ ہوا کوئی حمام ہو گیا

دونوں کی خوف وصل سے حالت خراب ہے
ان کو بخار غیر کو سرسام ہو گیا

شاعر تھا مولوی بھی تھا، عاشق مزاج بھی
حافظ نہ بن سکا تو وہ خیام ہو گیا

لیں رہبران قوم ذرا خود کا جائیزہ
اتنا بھی ہو گیا تو بہت کام ہو گیا

ہر لفظ کے ہیں عشق میں معنی الٹ پلٹ
چھینا ہے جس نے دل، وہ دل آرام ہو گیا

مرحوم کا میں ایک ہی وارث تھا اس لئے
تھا ان پہ جو بھی قرض مرے نام ہو گیا

اعجاز ایسے مرغ پہ رحمت خدا کی ہو
دانے کے حرص میں جو پہ دام ہو گیا

واہ واہ ارشادغنی اعجاز صاحب کی غزل بہت عمدہ پسند ہے آپکی سرکار۔
عمران کی موجودگی تقریب کو ایک خاص رنگ دے رہی تھی کیونکہ وہ خود بھی ادب کی دنیا کا جانا پہچانا نام بن چکا تھا۔
کمرے کے ایک کونے میں مختلف ادیب اور شاعر گروپ بنا کر اردو ادب پر گہری بحث کر رہے تھے۔
کچھ بزرگ ادیب ادب کی مروجہ اصطلاحات اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کر رہے تھے،
تو دوسری طرف نوجوان شاعر اپنی تخلیقات کے حوالے سے خیالات کا تبادلہ کر رہے تھے۔
ان سب کے درمیان، عمران خاموشی سے ان کی باتوں کو سن رہا تھا،
کبھی کبھی اپنا نقطہ نظر بھی پیش کر دیتا تھا۔
وہ ہمیشہ ادب پر گہرائی سے سوچنے والا شخص تھا،
اور اس وقت بھی وہ حسین احمد کی کتاب اور اس کی تخلیقی دنیا پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔
بیچ میں ایک چائے کا دور چل رہا تھا، اور میز پر بادام اور پستہ رکھے ہوئے تھے۔
عمران نے ایک بادام اٹھایا اور اس کے ساتھ چائے کا مزہ لینے لگا۔
بادام اور پستہ کی کرنچ کی آواز کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ چل رہا تھا۔
کچھ ادیب اپنی پسندیدہ کتابوں اور اشعار کا ذکر کر رہے تھے، تو کچھ ادب کی موجودہ حالت پر تشویش کا اظہار کر رہے تھے۔
عمران نے اپنے چہرے پر ہنسی کی ایک ہلکی سی مسکان کے ساتھ کہا، "اردو ادب میں اتنی گہرائی اور حسین احمد کی نئی کتاب اس کی روح کو مزید جلا دیتی ہے

اور حسین احمد کی یہ کتاب ایک نئی روشنی بن کر سامنے آ رہی ہے۔"
باتوں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ اچانک حسین احمد کی کتاب کی رونمائی کا وقت آ گیا۔
پورا ہال ایک دم خاموش ہو گیا اور سب کی نظریں اسٹیج پر مرکوز ہو گئیں۔
حسین احمد نے اس موقع پر کھڑے ہو کر کتاب کی رونمائی کی۔
اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت جلد والی کتاب تھی، جس کا عنوان تھا "نئے افق کی تلاش"۔
حسین احمد کی آواز میں ایک خاص سنجیدگی تھی، اور اس کے چہرے پر اطمینان تھا، جیسے وہ کسی بڑی تخلیقی کامیابی کا حصہ بن چکا ہو۔
تقریب کا آغاز حسین احمد نے اپنی کتاب کے بارے میں کچھ اہم باتیں شیئر کر کے کیا۔
اس نے بتایا کہ یہ کتاب اردو ادب کی نئی جہتوں کو کھوجنے کی ایک کوشش ہے،
جس میں نہ صرف ادبی تحریریں بلکہ معاشرتی اور سیاسی موضوعات پر بھی بات کی گئی ہے۔
اس کی نظر میں، ادب کا کام صرف تخلیق کرنا نہیں، بلکہ انسانیت کے مسائل کو اجاگر کرنا بھی ہے۔
حسین احمد کی گفتگو کا ہر لفظ حاضرین کے دلوں میں ایک نیا جذبہ بیدار کر رہا تھا۔
"یہ کتاب صرف میری تخلیق نہیں ہے، بلکہ یہ اس وقت کی آواز ہے جسے ہم سب نے مل کر سنا ہے،" حسین احمد نے کہا۔
"یہ کتاب ہر ایک کے دل کی گہرائیوں پر اپنا اثر چھوڑے گی۔"
تقریب میں موجود تمام ادیب اور شاعر اس بات سے متفق نظر آئے کہ حسین احمد نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے
اور ان کی یہ کتاب اردو ادب میں ایک نئی لہر پیدا کر سکتی ہے۔
عمران نے بھی اس پر زور دیتے ہوئے کہا، "حسین احمد کی یہ کتاب ادب کی دنیا میں ایک نیا سنگ میل ثابت ہو گی۔
اس میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو اردو ادب کو ایک نئی سمت دے سکتی ہیں۔"
کتاب کی رونمائی کے دوران، تقریب کا ماحول اور بھی زیادہ زندہ دل ہو گیا۔
ادیبوں اور شاعروں کے بحث و مباحثہ کے درمیان ایک نئی توانائی آ گئی۔
وہ سب حسین احمد کی کتاب پر تبادلہ خیال کر رہے تھے، اور بادام پستے کی کھانے کی آوازیں ان کی گفتگو کے ساتھ مدھم ہو رہی تھیں۔
یہ تقریب نہ صرف حسین احمد کے لیے ایک کامیاب لمحہ تھا بلکہ اس نے اردو ادب کے شائقین کو ایک نئی تحریک دی۔
عمران کے دل میں ایک سکون تھا کہ وہ اس ادبی دنیا کا حصہ بننے کی خوشی محسوس کر رہا تھا،
اور حسین احمد کی تخلیق نے ایک نیا باب کھولا تھا جو ادب کے ہر قاری اور لکھاری کے لیے امید کی کرن ثابت ہو گا۔
ادیب حسین احمد ایک معروف شخصیت تھے، جنہیں علم و ادب کے میدان میں بلند مقام حاصل تھا۔
وہ اپنی تقریر میں ہمیشہ لوگوں کو متاثر کرتے اور انہیں نیا سوچنے کا حوصلہ دیتے تھے۔
ان کی تقریریں ہمیشہ دلوں پر گہرا اثر چھوڑتی تھیں، اور وہ ایک نیک نیت اور محنتی انسان کے طور پر جانے جاتے تھے۔
اور آج بھی لوگ اسکی تقریر غور سے سن رہے تھے۔ مگر وقت ایک جیسا کہاں رہتا ہے۔ مگر اس محفل میں کچھ ایسا ہوا جو کسی کو بھی نہیں متوقع تھا۔
فاروق احمد ایک معروف ادیب بھی ادب کانفرنس میں شریک تھے،
جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے مدعو تھے۔
ان کی تقریر شروع ہوئی، اور ان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح پُر اعتماد تھا۔ وہ مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے،
اور ان کے الفاظ میں جادو کی سی تاثیر تھی۔ حاضرین ان کی باتوں میں محو تھے اور ہر لفظ کو بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔

اسکا ساتھ دینے کے لئے جیسے ہی حسین احمد اٹھے۔

لیکن اچانک، جیسے ہی حسین احمد نے ایک جملہ مکمل کیا، ان کے چہرے پر درد کی ایک لہر آئی۔

وہ اپنے سینے کو پکڑ کر اچانک رک گئے۔

کچھ لمحوں کے لئے ان کے چہرے پر پریشانی کی علامات ظاہر ہوئیں، اور وہ کھڑے کھڑے ہی اپنی حالت کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پھر اچانک ان کا جسم لرزنے لگا اور وہ قدموں سے لڑکھڑا کر گرنے لگے۔

یہ منظر محفل میں موجود تمام افراد کے لئے ایک جھٹکے کے مترادف تھا۔

ان کے چہرے پر ایک عجیب سی بدحواسی پھیل گئی۔

سب کی نظریں حسین احمد پر مرکوز ہو گئیں، اور اس لمحے میں، عمران جو ان کے بہت قریب تھا، فوراً ان کی طرف دوڑ پڑا۔

عمران ادیب حسین احمد کا پرانا قاری اور انتہائی قابل اعتماد شخص تھا۔

وہ ہمیشہ حسین احمد کے ساتھ رہتا تھا اور ان کی زندگی کے ہر لمحے میں شریک ہوتا تھا۔

عمران کو حسین احمد کی پریشانی کے بارے میں فوراً شک ہو گیا تھا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اس کے دل میں ایک گہرا خوف پیدا ہو گیا کہ حسین احمد کی حالت سنگین ہو سکتی ہے۔

عمران چیخنے لگا ڈاکٹر کو بلاؤ جلدی ڈاکٹر کو بلاؤ۔

وہ تیزی سے حسین احمد کے قریب پہنچا اور فوراً اس کا سینہ تھام لیا۔

اس کے چہرے پر اضطراب اور تشویش کے آثار تھے، کیونکہ وہ حسین احمد کے جسم کی حرکتوں کو دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ کچھ زیادہ سنگین ہو رہا ہے۔

حسین احمد کی حالت بدلے ہوئے رنگ اور سانسوں کی تیز رفتار سے واضح ہو رہی تھی کہ یہ محض ایک معمولی درد نہیں، بلکہ شاید کسی طبی مسئلے کی نشانی ہو۔

سب لوگ یہاں سے ہٹ جائیں۔

عمران نے فوراً حسین احمد کو سہارا دیا اور ان سے بات کرنے کی کوشش کی، مگر حسین احمد کی حالت نے اسے مزید خوفزدہ کر دیا۔

وہ ادیب حسین احمد کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر حسین احمد کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ شدید تکلیف میں ہیں۔

عمران کا دل دھڑک رہا تھا، اور اس کا دماغ فوراً یہ سوالات اٹھا رہا تھا کہ آیا یہ دل کا دورہ ہے یا کوئی اور سنگین حالت؟

وہ جانتا تھا کہ اگر فوری طور پر طبی امداد نہ ملے تو یہ صورتحال اور بھی بگڑ سکتی ہے۔

اس نے حسین احمد کے قریب آ کر آواز دی، "حسین بھائی، آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ مجھے فوراً بتائیں، ہمیں بتاییے۔

"لیکن حسین احمد کی حالت اتنی زیادہ بگڑ چکی تھی کہ وہ کچھ بولنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ وہ بس تکلیف کے عالم میں سر ہلا کر اشارہ کر رہے تھے۔

عمران نے فوراً مدد کے لئے آواز دی اور اس نے اس لمحے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی ساری توجہ حسین احمد کی حالت پر مرکوز کر دی۔

اس نے حسین احمد کو آرام دہ انداز میں بیٹھنے کی کوشش کی اور کسی طرح اس کے سینے پر دباؤ کم کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ سانس لے سکے۔

اس کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ اسے فوراً ایمبولینس بلانی چاہیے، لیکن اس کے پاس کوئی موقع نہ تھا۔

یہ لمحے چند سیکنڈز میں گزر گئے، اور اس کے بعد حسین احمد کی حالت مزید بدتر ہو گئی۔

محفل میں موجود لوگوں کی نظریں ایک دوسرے پر مرکوز ہو گئی تھیں۔

کچھ لوگ خوف کے عالم میں اس منظر کو دیکھ رہے تھے، جب کہ کچھ لوگوں نے فوراً ہسپتال کو کال کر دی۔

عمران کو اس وقت یہ سمجھ آ گیا تھا کہ حسین احمد کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کرنا ضروری ہے۔
وہ جانتا تھا کہ وقت کا ضیاع جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔
اب حسین احمد کی حالت اتنی زیادہ بگڑ چکی تھی کہ اس کے جسم کا درجہ حرارت تیز ہو رہا تھا، اور اس کے سانسوں کی رفتار بے قابو ہوگئی تھی۔
عمران نے فوراً ان کے جسم کو سہارا دے کر انہیں گاڑی تک پہنچایا اور ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔
پورے راستے میں عمران کی نظریں حسین احمد کی حالت پر جمی ہوئی تھیں، اور وہ اپنی دعاؤں میں مصروف تھا کہ اس کا دوست بچ جائے۔
اس دوران حسین احمد کی حالت بگڑتی گئی، اور عمران کا دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔
آخر کار ہسپتال پہنچنے پر ڈاکٹروں نے فوری طور پر حسین احمد کا معائنہ شروع کیا۔
کچھ لمحوں کے بعد ڈاکٹروں نے اعلان کیا کہ حسین احمد کو دل کا دورہ پڑا تھا، لیکن بدقسمتی سے وہ فوراً علاج کے بعد جان کی بازی گئے۔
عمران کی محنت اور بروقت مدد بھی حسین احمد کی جان نا بچا سکی۔
وہ جانتا تھا کہ اگر وہ فوری طور پر چند منٹ پہلے حرکت کرتا تو شاید نتیجہ کچھ اور ہوتا۔

کیا ہوا عمران کیا سوچ رہے ہو؟ صفدر نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔
یار اس دن تقریب رونمائی میں
شاہد جو حسین احمد کا جگری دوست تھا، اور دونوں بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔
جب حسین احمد نے اچانک سینے میں درد کی شکایت کی اور اس کی حالت بگڑنے لگی، شاہد فوراً اس کے قریب پہنچا۔
وہ بے چینی اور اضطراب کے عالم میں اپنے دوست کو سہارا دینے کی کوشش کر رہا تھا،
مگر حسین احمد کی حالت اتنی سنگین تھی کہ وہ کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔
شاہد کا دل زور سے دھڑک رہا تھا، کہ مجھے صاف اسکی آواز سنائی دے رہی تھی۔
اور اسکی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں خوف اور غم کی جھرمٹ تھی۔
تو تم نے اس کی آنکھوں پر بھی غور کیا کہ چھوٹی تھی یا بڑی؟ صفدر نے حیرت سے کہا۔
تو کیا کرتا اپنی آنکھوں پے تو پٹی باندھنے سے رہا۔
اچھا پھر کیا ہوا عمران۔؟
پھر شاہد نے میرے ساتھ مل کر حسین احمد کو فوراً ہسپتال پہنچایا، جہاں ڈاکٹروں نے فوری طور پر علاج شروع کیا۔
شاہد کی آنکھوں میں بے شمار سوالات اور خوف تھے، مگر اس نے اپنے دوست کے لئے دعا کی۔
وہ جانتا تھا کہ اگر حسین احمد کی زندگی بچ گئی تو وہ کبھی نہیں بھولے گا کہ اس کی دوستی نے اس کے دوست کی جان بچائی۔
چند گھنٹوں بعد، حسین احمد کی حالت بہتر ہوئی، اور شاہد نے سکون کا سانس لیا۔ اس لمحے نے ان دونوں کی دوستی پر مجھے رشک آیا،
مگر پھر اچانک سے حسین احمد کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ مر گئے۔

حسین احمد کی موت نے پورے شہر میں سنسنی پھیلا دی تھی۔
اس کا قتل ایک ایسا واقعہ تھا جس نے نہ صرف اس کے قریبی عزیزوں بلکہ پورے معاشرتی حلقے کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔
حسین احمد ایک معزز شخصیت تھے، اور اس کی موت کے بعد ہر طرف سوالات اٹھنے لگے تھے۔

ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کا عزم کیپٹن فیاض نے کیا، جو ایک ذہین اور تجربہ کار تحقیقاتی افسر تھے۔
اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس قتل کی تفتیش میں پوری لگن سے کام کرے گا تاکہ اصل حقیقت سامنے آ سکے۔
یہ ایک معمول کا دن تھا، جب کیپٹن فیاض نے اپنے دفتر میں بیٹھ کر کیس کی تفصیلات کا جائزہ لیا۔
وہ ایک تجربہ کار پولیس افسر تھا اور اکثر پیچیدہ کیسز پر کام کرتا تھا۔
حسین احمد کے قتل کی تفتیش کی سنگینی کو وہ بخوبی سمجھ رہا تھا، اور اس کیس کی پیچیدگیوں کو حل کرنے کے لیے اس نے کامیلا کو بلانے کا فیصلہ کیا۔
کامیلا، جو فیاض کی دیرینہ دوست اور قانونی مشیر تھی، تفتیش کے حوالے سے ہمیشہ اس کی مدد کرتی تھی۔
کامیلا کی قانونی مہارت اور تجزیے کی صلاحیتیں بے مثال تھیں، اور فیاض کی تفتیش میں وہ ہمیشہ اہم کردار ادا کرتی تھی۔
کیپٹن فیاض جانتا تھا کہ کامیلا کی موجودگی اس کیس کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔
کیپٹن فیاض نے کامیلا کو فون کیا اور کہا، " کامیلا، میں چاہتا ہوں کہ آپ جلد میرے دفتر آئیں۔
حسین احمد کے قتل کی تفتیش میں کچھ نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں، اور آپ کی قانونی رہنمائی کی ضرورت ہے۔
ہمیں اس کیس کی گہرائی میں جا کر مزید تفصیل سے کام کرنا ہوگا۔"
کامیلا نے جواب دیا، "بالکل، کیپٹن فیاض۔ میں فوراً آتی ہوں۔
میں نے اس کیس کے بارے میں کچھ سوچا ہے اور شاید ہمیں ایک نئی سمت ملے۔"
کامیلا نے فوراً فون بند کیا اور اپنی فائلیں ترتیب دیں۔
وہ جانتی تھی کہ یہ کیس پیچیدہ ہے اور اس میں بہت سے راز چھپے ہو سکتے ہیں۔
کیپٹن فیاض کی تفتیش کے دوران، وہ ہمیشہ اس کی مدد کے لیے تیار رہتی تھی، اور اس بار بھی وہ یہ امید کر رہی تھی کہ اس کا تجزیہ کیس کو حل کرنے میں اہم ثابت ہوگا۔
کامیلا کی کیپٹن فیاض کے دفتر آمد پر، کیپٹن فیاض نے اس کا استقبال کیا۔"
کامیلا، خوش آمدید! ہمیں اس معاملے میں آپ کی قانونی بصیرت کی ضرورت ہے۔ علی عمران اس قتل کے حوالے سے کچھ تحقیقات کر رہا ہے،
کون علی عمران ۔ ۔ ۔ وہی رحمان صاحب کے صاحبزادے۔؟
جی جی وہی شخص آپ نے ٹھیک پہچانا۔"
اور اس نے شاہد کے بارے میں کچھ مشکوک چیزیں معلوم کی ہیں۔
مگر شاہد تو ادیب حسین احمد کے جگری دوست ہے۔
جی ایسا ہی ہے۔
آپ کو اس کیس میں کیسے آگے بڑھنا چاہیے؟"
کامیلا نے فائلیں کھولیں اور کیس کی تفصیلات پر غور کیا۔
عمران نے کہا ہے کہ، "سب سے پہلے، ہمیں شاہد کی جانب سے ملنے والی تمام معلومات کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔
اس کے رویے اور اس کے مالی معاملات کو بھی جانچنا ضروری ہے،
کیونکہ یہ کسی کاروباری تنازعے یا ذاتی دشمنی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔"
کامیلا نے سر ہلایا اور کہا، "جی ہاں، ہمیں شاہد کے تمام روابط اور اس کے مالی ریکارڈ کا جائزہ لینا ہوگا۔

شاید ہم کسی ایسے شواہد تک پہنچ سکیں جو اس کے ملوث ہونے کی تصدیق کریں۔"

کامیلا نے مزید کہا، "ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حسین احمد کی موت کے بعد کسی نے اس کے اثاثوں میں سے کچھ چوری یا چھپایا تو نہیں۔

اگر ایسا کچھ ہوا تو ہمیں اسے فوراً پکڑنا ہوگا۔"

کیپٹن فیاض نے کامیلا کے مشوروں کو دھیان سے سنا اور فیصلہ کیا کہ وہ دونوں مل کر کیس کی مزید تحقیقات کریں گے۔

وہ جانتے تھے کہ کامیلا کی قانونی بصیرت اور علی عمران کی تفتیشی مہارت اس کیس کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

اس کے بعد، کیپٹن فیاض نے کامیلا کے ساتھ اس کیس کی اگلی حکمت عملی پر تبادلہ خیال کیا اور فیصلہ کیا کہ شاہد کے تمام تعلقات اور مالی ریکارڈ کا بغور تجزیہ کیا جائے گا۔

کامیلا نے یہ سمجھا کہ اس کیس میں صرف قانونی رہنمائی کافی نہیں ہوگی، بلکہ گہرائی میں جا کر حقائق کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

اس نے کیپٹن فیاض کو مشورہ دیا کہ وہ عمران کو اس کیس میں اور زیادہ انوالو کریں تا کہ وہ اس کی تفتیش میں مزید تیزی لا سکے۔

کیپٹن فیاض نے کامیلا کی تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا اور دونوں نے ایک ٹیم کی طرح کام کرنے کا ارادہ کیا۔

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کیس کی تمام پرتوں کو کھولنے کے لیے مختلف زاویوں سے تحقیقات کی جائیں تا کہ کسی قسم کا شک باقی نہ رہ سکے۔

کامیلا کا قانونی علم اور کیپٹن فیاض کی تجربہ کاری، دونوں مل کر اس کیس کو حل کرنے میں ایک نئے جوش اور عزم کے ساتھ کام کر رہے تھے۔

فیاض نے اپنی تحقیقات کا آغاز کامیلا سے کیا، جو اس کی پرانی دوست اور قانونی مشیر تھی۔

کامیلا نے ہمیشہ علی کو مشورے دیے تھے اور اس کی رہنمائی کی تھی۔ اس نے فیاض کو بتایا کہ قتل کی تفتیش میں جذباتی ردعمل سے بچنا ضروری ہے اور

تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے احتیاط سے کام کرنا چاہیے۔

کامیلا نے کہا، "ہمیں اس قتل کی تفتیش میں مکمل طور پر پیشہ ورانہ رویہ اپنانا ہوگا۔" فیاض نے اس کی بات کو دل سے سنا اور اپنے کام پر توجہ مرکوز کی۔

آج بارش زوروں کی برس رہی تھی۔

پورے شہر کو بارش نے تہس نہس کر دیا تھا۔

عمران حسب معمول اپنے کام میں مگن تھا۔

اس کا پہلا قدم تھا کہ وہ حسین احمد کے دوستوں اور عزیزوں سے تفصیل سے پوچھ گچھ کرے۔

اس کا خیال تھا کہ قاتل کا کوئی قریبی شخص ہو سکتا ہے، اور اس کے حوالے سے معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔

اس نے سب سے پہلے شاہد کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا، جو حسین احمد کے بچپن کا دوست تھا اور اس کی زندگی کا ایک اہم حصہ بھی تھا۔

تم نے ٹھیک چھان بین کی صفدر شاہد، حسین احمد کے ساتھ ہمیشہ وقت گزارتا تھا اور دونوں کی دوستی انتہائی گہری تھی۔

لیکن میں نے جو شاہد کے بارے میں سن رکھا تھا وہ کچھ عجیب تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ شاہد کی اس دن کیا حالت تھی جب حسین احمد کی موت ہوئی۔

وہ کچھ عجیب سا لگ رہا تھا جب میں نے شاہد سے رابطہ کیا اور اسے تفتیش میں شامل کرنے کی کوشش کی۔

تو میں شاہد سے ملاقات کے لئے گئے اور دوران ملاقات میں نے محسوس کیا کہ اس کا رویہ بہت مغرور اور چھپانے والا ہے۔

وہ میرے سوالات کے جواب دینے میں گریزاں تھا اور اس کا چہرہ بھی غیر معمولی طور پر متفکر تھا۔

جب میں نے اس سے پوچھا کہ "شاہد، تم نے اس دن حسین احمد کے ساتھ کیا کیا؟ جلد ہسپتال میں اطلاع کیوں نہیں دی۔؟
تم تقریب میں کیوں شریک ہوئے مگر چھپ چھپ تھے؟" میں نے اس سے براہ راست سوال کیا۔
پھر کیا ہوا عمران۔؟ اس نے کیا کہا۔
تو شاہد نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا، مجھے اس دن کچھ ضروری کام تھے، اس لیے تقریب میں حصہ نا لے سکا۔
حسین احمد سے میری ملاقات ہوئی تھی اس دن، مگر پھر میں چلا گیا تھا۔"
میں نے شاہد کے جواب میں کوئی خاص بات نوانٹس نہیں کہ، لیکن اس کا رویہ کچھ عجیب تھا۔
فیاض کو شک تھا کہ شاہد کچھ چھپا رہا ہے، لیکن اس نے فوراً اس پر قیاس نہیں لگایا۔
اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شاہد کے حوالے سے مزید تحقیقات کرے گا۔
فیاض نے یہ بات مجھے بھی بتائیں تھی۔
فیاض نے شاہد کے ساتھ ملاقات کے بعد اس کی تمام سرگرمیوں کا ریکارڈ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔
اس نے شاہد کے فون ریکارڈ اور بینک اکاؤنٹ کی تفصیلات کا جائزہ لیا ہے۔
اس دوران فیاض کو ایک اہم معلومات ملی جس نے اس کی تحقیقات کو نئی سمت دی۔
شاہد کے بینک اکاؤنٹ میں ایک مشکوک رقم کی منتقلی ہوئی تھی جو حسین احمد کی موت کے قریب ہوئی تھی۔
کیپٹن فیاض نے اس معلومات کو کامیلا سے شیئر کیا، جو اس کی معاونت کر رہی ہے۔
"یہ تو بہت ہی مشکوک بات ہے،" صفدر نے کہا۔ "ہمیں شاہد کے ساتھ اس تعلقات کو مزید گہرائی سے جانچنا ہوگا۔"
تم ٹھیک کہتے ہو صفدر۔
مگر کیپٹن فیاض نے پہلے ہی سے شاہد کے ساتھ ایک اور ملاقات طے کی تھی۔
اس بار فیاض نے اس سے مزید براہ راست سوالات کیے۔ "شاہد، یہ منتقلی جو تم نے کی تھی، اس کا کیا مطلب ہے؟
تمہاری بینک ٹرانزیکشن میں ایک بڑی رقم کی منتقلی ہوئی ہے جو حسین احمد کی موت کے قریب آئی تھی۔"
اس وقت شاہد کا چہرہ سفید ہو گیا تھا اور اس نے فوراً اپنا رخ بدل لیا۔
"وہ... وہ بس ایک ذاتی معاملہ تھا، مجھے اس بارے میں کچھ نہیں کہنا۔"
اس کے لہجے میں ایک غیر معمولی جھجک تھی۔
فیاض نے شاہد کی نظر سے صاف طور پر محسوس کیا کہ وہ کچھ چھپا رہا تھا، لیکن ابھی تک کوئی واضح ثبوت نہیں تھا۔
فیاض نے فیصلہ کیا کہ وہ شاہد کے بارے میں مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لیے اس کے قریبی حلقے سے معلومات لے گا۔
اسی دوران، کامیلا نے حسین احمد کے اہل خانہ سے بھی ملاقات کی۔
اس نے ان سے پوچھا کہ کیا حسین احمد کی زندگی میں کسی سے کوئی دشمنی یا تنازعہ تھا؟
اس تحقیقاتی مرحلے میں، کامیلا کو یہ علم ہوا کہ حسین احمد کی کچھ کاروباری تعلقات میں مشکلات تھیں،
اور کچھ لوگوں کے ساتھ اس کے مالی معاملات ٹھیک نہیں چل رہے تھے۔
کامیلا نے اس نئی معلومات کی بنیاد پر مزید تحقیقات شروع کی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ حسین احمد کی موت ایک منصوبہ بندی کے تحت ہوئی تھی۔
کامیلا کو یقین تھا کہ شاہد اس قتل کے حوالے سے کچھ جانتا ضرور ہے، اور اب اس کو اس معاملے میں مزید گہرائی سے تحقیقات کی ضرورت تھی۔

کامیلا کے تحقیقات میں تیزی آئی، اور اس نے شاہد کے خلاف مزید ثبوت جمع کرنے کی کوشش کی۔
اس نے اس کی گفتگو اور بینک ریکارڈ کا بغور جائزہ لیا اور جلد ہی اس کے رابطے اور حسین احمد کے خلاف دشمنی کی سراغ لگائی۔
سر سلطان اپنے دفتر میں بیٹھ کے اخبار پڑھ رہے تھے۔
بڑی بڑی سرخیوں میں یہ خبر لگی ہوئی تھی کہ۔۔
اسی محلے میں رہنے والا ایک نوجوان افسر، " کیپٹن فیاض"، جو ہمیشہ اپنی قلم سے اور ہنر سےحقیقت کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرتا ہے،
آج ایک ایسے قتل کی تفتیش کر رہا ہے جس نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔
مقتول ایک معروف ادیب تھے، جس کا نام "حسین احمد" تھا۔
حسین احمد نہ صرف اپنے قلم کے جادو سے مشہور تھے بلکہ وہ ایک نرم دل اور مہذب انسان بھی تھے۔
اس کی نئی کتاب کی تقریبِ رونمائی لاہور کے انکے گھر میں ہو رہی تھی، جہاں سب کچھ اچانک ایک خوفناک حادثے میں بدل گیا۔
حسین احمد اپنی تقریر کے دوران اچانک سینے میں درد کی شکایت کرتا ہے اور چند لمحوں میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔
سر سلطان کیپٹن فیاض کو فون کرنے لگتے ہیں اور کیس کی اپڈیٹ معلوم کرتے ہیں۔"

جلدی جلدی چلو سوپر فیاض! کیا کچھوے والی چال ہے۔
اب میں خرگوش تو نہیں بن سکتا نہ۔
فیاض نے ناگواری سے جواب دیا۔
سوپر فیاض اگر گھریلو معاملات میں مجھ سے مشورہ کر لیتے جن میں سسرال اور میکہ بھی شامل ہیں تو میں تمھیں مخلصانہ مشورہ دیتا
جسے اگر تم مان لیتے اور میری تائید کرتے تو یوں ڈر ڈر کے کچھوؤں والی جندگی نہ گزارتے۔
جندگی نہیں زندگی۔۔۔زندگی۔۔
تم میری سنتے کہاں ہو سوپر فضص۔۔۔
دیکھو عمران میاں مجھے شادی سے پہلے میکے میں جو آزادی میسر تھی ویسی ہی آزادی شادی کے بعد مجھے سسرال میں بھی میسر ہے۔
مگر بیوی کے سامنے کچھوے بنے پھرتے ہو۔
تمیز سے عمران سمجھے۔
نہیں سمجھا کیا کر لوں گے۔؟
لو اس پاگل کا گھر آ گیا ہے۔
عمران نے شاہد سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔
وہ شاہد کے گھر پہنچا، اندر ایک پرانا سا کمرہ تھا، جس کے باہر کئی کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔
عمران نے شاہد سے پوچھا، "تم حسین احمد کے پرانے دوست ہو،
تم نے اُس دن تقریب میں دیر سے کیوں شرکت کی؟"

شاہد نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا، "بس، مجھے وہ تقریب بہت رسمی لگتی تھی۔
حسین احمد کی کتاب کو لے کر کچھ خاص جوش نہیں تھا۔"

اچھا تو یہ بات ہے۔

لیکن عمران کو شاہد کی آنکھوں میں چھپی ہوئی الجھن اور خوف محسوس ہوا۔

وہ جانتا تھا کہ شاہد کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

آپ دونوں کب سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔؟

حسین احمد میرا دیرینہ دوست تھا، اور ہم دونوں کی دوستی بہت گہری تھی۔

حسین احمد کی موت کے بعد، میرا رویہ بہت عجیب ہو گیا تھا دراصل میں غم میں ہوں۔

وہ نہ صرف غمگین تھا، بلکہ اس نے اپنے رویے سے یہ ظاہر کیا کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے۔

اس کا چہرہ غم اور بے چینی سے لبریز تھا، مگر اس کی باتوں میں کچھ غیر معمولی باتیں تھیں جو فیاض اور عمران کے ذہن میں شک پیدا کر رہی تھیں۔

ہمیں بھی بہت افسوس ہے شاہد صاحب مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔

عمران، جو حسین احمد کی موت کی تفتیش میں کیپٹن فیاض کا اہم معاون تھا،

شاہد کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے اس سے ملنے گیا تھا۔

عمران کا انداز ہمیشہ متوازن مگر شک بھرا ہوتا تھا، اور وہ جانتا تھا کہ اس کا کام صرف سچائی تک پہنچنا ہے، چاہے کسی بھی قیمت پر۔

جب عمران شاہد سے ملا، تو شاہد کی حالت بہت عجیب تھی۔ وہ پریشان تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ اس کا دماغ کہیں اور تھا۔

عمران نے اس سے براہ راست سوالات کیے تاکہ اس کی نیت اور رویہ واضح ہو سکے۔

"شاہد، تم نے اس دن حسین احمد کے ساتھ کیا باتیں کی تھیں؟ کیوں اکثر غائب تھے تقریب میں؟

حسین احمد تمہارا بہت قریبی دوست تھا، پھر بھی تم اس دن وہاں زیادہ دیر نہیں رکے تھے؟" عمران نے پھر سے سوالات کا آغاز کیا۔

شاہد کا چہرہ ملال اور بے چینی سے لبریز ہو گیا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا، "میں بس تھوڑا تھکا ہوا تھا، اس لیے تقریب میں دیر سے گیا۔

حسین احمد سے میری ملاقات دوپہر میں ہوئی تھی، پھر میں چلا آیا۔"

عمران نے اس کے جواب پر شک کا اظہار کیا، "تمہارے چہرے کی لکیروں سے لگتا ہے کہ تم کچھ چھپا رہے ہو، شاہد۔

اس دن تمہارے پاس کیا اہم واقعہ ہوا تھا؟ کیا کچھ ایسا تھا جو تم ہم سے نہیں کہنا چاہتے؟"

کوئی غیر معمولی بات۔؟

شاہد کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے ہچکچاہٹ آئی۔

اس نے اپنی نظر نیچے کر لی اور پھر کچھ وقت کے بعد بولا، " کچھ نہیں، عمران، بس میں تھوڑی دیر کے لیے وہاں تھا اور پھر چلا آیا۔ کچھ خاص نہیں۔"

عمران نے شاہد کے جواب کو نظر انداز نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہد کچھ چھپا رہا ہے۔

"شاہد، کیا تمہارے اور حسین احمد کے درمیان کچھ مسائل تھے؟

کیا تم نے کبھی اس سے کوئی ایسی بات کی ہو جو اس کے لیے پریشانی کا باعث بنے؟"

شاہد کا چہرہ ایک لمحے کے لیے چمک اُٹھا اور پھر فوراً اس نے اپنی نظریں واپس نیچے کر لی۔ "نہیں، نہیں، کچھ ایسا نہیں تھا۔"

اس کا جواب اس کے منہ سے جلدی نکلا اور وہ انتہائی بے چین نظر آ رہا تھا۔

عمران نے اس کی بے چینی کو محسوس کیا اور دل ہی دل میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ شاہد کو مزید دھکیل کر سچائی تک پہنچے گا۔
اس نے ایک اور سوال کیا، "تمہارے بینک اکاؤنٹ میں کچھ مشکوک ٹرانزیکشنز ہوئی تھیں۔ کیا تم ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"
شاہد کا چہرہ اور بھی سفید ہو گیا، اور وہ ہڑبڑاتے ہوئے بولا، "وہ سب ذاتی معاملات ہیں، عمران صاحب۔ آپ کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے۔
"اس کا رویہ اور بھی تیز ہو گیا، اور وہ جیسے کسی بات کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔
عمران نے شاہد کی باتوں کو دھیان سے سنا اور پھر اس سے ایک آخری سوال کیا، "شاہد، تمہاری نظر میں حسین احمد کی موت کے پیچھے کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
کیا تم نے کبھی کسی کو اس سے دشمنی کرتے دیکھا تھا؟"
شاہد کچھ دیر کے لیے خاموش رہا، اور پھر بولا، "نہیں، میں نہیں جانتا، عمران۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ اس کی موت کے پیچھے کوئی دشمنی ہو سکتی ہے۔"
عمران شاہد کے جوابات سے مزید مشکوک ہو گیا تھا۔ اس کا رویہ، اس کی بے چینی، اور اس کے جوابوں میں گہرا تضاد تھا۔
اس کے اندر چھپے راز کو بے نقاب کرنے کی ضرورت تھی، اور عمران نے طے کیا کہ وہ اس سے مزید تحقیقات کرے گا۔
شاہد کے بارے میں جو کچھ بھی اس نے محسوس کیا تھا، وہ اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔
اچھا اب ہم اجازت چاہتے ہیں۔
مستقبل میں آپکو پھر سے زحمت دینگے۔
عمران نے شاہد سے ملاقات کے بعد کیپٹن فیاض کو اس کی بے چینی اور مشکوک رویے کے بارے میں بتایا۔
" کیپٹن فیاض، مجھے یقین ہے کہ شاہد کچھ چھپا رہا ہے۔ و
ہ حسین احمد کی موت کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہا، اور اس کا رویہ بہت غیر معمولی ہے۔"
کیپٹن فیاض نے عمران کی باتوں کو دھیان سے سنا اور کہا، "ہمیں شاہد کے بارے میں مزید تفصیلات جمع کرنی ہوں گی۔
اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کی مالی معاملات اور اس کے تعلقات کی گہرائی میں جا کر تفتیش کرنی ہو گی۔"
عمران نے اس تفتیش کو مزید آگے بڑھانے کا عزم کیا۔ وہ جانتا تھا کہ شاہد کے چھپانے والے راز جلد ہی بے نقاب ہو جائیں گے،
اور وہ حسین احمد کی موت کے اس اہم پہلو تک پہنچے گا جو ابھی تک دنیا سے پوشیدہ تھا۔

کیپٹن فیاض اور عمران ہوٹل میں چائے پی رہے تھے اور آپس میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔
جوزف تھری پیس سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا اور دونوں کی باتوں کا لطف لے رہا تھا۔
اس کی شخصیت میں ایک خاص جاذبیت تھی، جو فوراً نظر آ جاتی تھی۔
اچانک، ایک اجنبی شخص عمران کو بغض سے غور سے گھورنے لگا۔
عمران نے چند لمحے اس کی نظروں کو نظر انداز کیا، لیکن وہ شخص مسلسل گھورتا رہا۔
جوزف جوان کی باتوں میں محو تھا، اس نے فوراً یہ صورتحال محسوس کی۔
جوزف کی نظریں اس آدمی پر پڑیں اور اس کا چہرہ تھوڑا سخت ہو گیا۔
اس نے عمران کو خاموشی سے دیکھا اور اس آدمی کی طرف بڑھا۔

جوزف نے بڑے تحمل سے اس شخص سے بات کی، اور اسے متوجہ کرنے کے لیے نرم لہجے میں کہا، " آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟"

وہ آدمی چند لمحے کے لیے ساکت رہا، پھر آہستہ سے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔

جوزف نے اس کا ردعمل دیکھا اور واپس آ کر عمران کے ساتھ بیٹھ گیا۔

فیاض، جو یہ سب دیکھ رہا تھا، مسکراتے ہوئے عمران سے بولا، "تم ہمیشہ اس ہونہار جوزف کو ساتھ کیوں لاتے ہو؟"

عمران نے ہنس کر کہا، ہونہار نہیں بلکہ تمھارا مطبل ہے خون خار" کیونکہ وہ ہر مسئلے کا حل جانتا ہے۔" اور دوسرا مسئلہ پیدا کر دیتا ہے۔

ابھی بھی مجھے یہی امید ہے۔

کیا مطلب اس کا۔

ابھی خود جان جاو گے۔

وہ آدمی پھر سے عمران کو گھورنے لگتا ہے۔

جوزف تیر کیطرح جاتا ہے اسے گردن سے پکڑ کر زمین پے گرا دیتا ہے۔

بس بس جوزف واپس آ جاو۔

یس باس اس کی قسمت اچھی ہے۔

دیکھا سوپر فضی یہی میں تمھیں سمجھا رہا تھا۔

پھر تو میں واقعی خوش قسمت ہوں عمران

کیپٹن فیاض اور عمران چائے پیتے ہوئے بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک فیاض نے ایک فائل عمران کے ہاتھ میں دے دی۔

یہ کس چیز کی فائل ہے؟

"یہ ہے ادیب حسین احمد کی وصیت،" فیاض نے کہا۔

عمران نے فائل کو کھولا اور اس کی نظر فوراً اس پر ٹکی رہ گئی۔

وصیت میں لکھا تھا کہ ادیب حسین احمد نے اپنی تمام دو کانیں اپنے دوسر شاہد کے نام کر دی ہیں، حالانکہ ان کے اپنے کچھ اور بھتیجے بھی موجود تھے۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟" عمران نے فیاض سے پوچھا، "اس فیصلے کے پیچھے کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

فیاض نے تھوڑی دیر کے لیے سوچا، پھر کہا، "ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ دو کانیں کسی خاص وجہ سے شاہد کے نام کی گئیں،

شاید شاہد کا کردار یا پھر اس کی محنت تھی جس کی وجہ سے ادیب حسین احمد نے اسے یہ جائیداد دی۔"

عمران نے فائل کو مزید غور سے پڑھا اور کہا، "یہ وصیت کسی پیچیدہ صورتحال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ شاہد کے بارے میں اور جاننا ضروری ہوگا۔"

فیاض نے مسکرا کر کہا، "ہاں، لیکن اس وقت یہ راز چھپے رہنے دو، وقت خود ہی سب کچھ بتائے گا۔"

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ادیب کی موت کا سب سے زیادہ فائدہ شاہد کو ہوا۔

جی بالکل۔"

تمھیں یہ کہاں سے ملی۔؟

مجھے یہ وصیت نامور شاعر اقتدار علی خان نے دی ہے۔

جو انکے فیملی دوست ہے۔

اچھا ٹھیک ہے۔

خوشامد عمران صاحب

کیا ہو رہا ہے مس کا کا کا می می لا۔

کام اور کام اس کیس میں میں نے آپ کی مدد کی ہے اور میں نے مقتول کے معمولات کا جائزہ لینا شروع کیا۔

میں نے حسین احمد کی قانونی دستاویزات اور اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں تفصیلات نکالیں۔

کا میلا نے عمران کو بتایا، "یہ دلچسپ بات ہے۔ حسین احمد نے اپنی نئی کتاب میں ایک کہانی لکھی تھی جس میں ایک اہم شخصیت کے قتل کا ذکر تھا۔"

کیا کہا قتل کا ذکر؟

جی ہاں اسکا قاتل ایک دوست تھا۔

مگر کتاب میں فرضی نام لکھا تھا ہوسکتا ہے یہ سچی کہانی سے ماخوذ ہو۔؟

عمران نے فوراًاس بات پر توجہ دی اور انسپکٹر حیات سے رابطہ کیا۔

مجھے بھی شاہد پر شک ہے۔

عمران نے فوراًاس بات پر توجہ دی اور کا میلا سے مزید وضاحت طلب کی۔

" کا میلا، کیا تم کہہ رہی ہو کہ حسین احمد کی کتاب میں قتل کا ذکر تھا؟ کیا وہ کوئی خیالی کہانی تھی یا اس میں کوئی حقیقی واقعہ شامل تھا؟"

کا میلا نے کہا، "ہاں، یہ ایک کہانی تھی جس میں ایک معروف شخصیت کا قتل کیا گیا تھا، اور اس قتل کے پیچھے پیچیدہ راز اور دھوکہ دہی تھی۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ کہانی کے اندر موجود کچھ عناصر حسین احمد کی ذاتی زندگی سے میل کھاتے ہیں،

جیسے اس کا کاروباری تعلقات، جائیداد وغیرہ بعض لوگوں کے ساتھ اس کی دشمنی، اور وہ معاملات جو اس کے اردگرد تھے۔"

عمران نے فوراًاس نئی معلومات کو سنجیدگی سے لیا۔ "یہ بہت اہم بات ہے، کا میلا۔

شاید حسین احمد نے اپنی کتاب میں کسی مخصوص شخصیت کی علامت ظاہر کی تھی، اور وہ کسی نہ کسی طرح اس کے قتل سے متعلق ہوسکتی ہے۔"

عمران نے فیصلہ کیا کہ اب وہ اس معلومات کو مزید آگے بڑھائے گا۔

اس نے فوراًانسپکٹر حیات سے رابطہ کیا، جو تفتیش میں اس کی معاونت کر رہے تھا۔

"انسپکٹر حیات، میں نے حسین احمد کی کتاب کے بارے میں کچھ سنجیدہ معلومات حاصل کی ہیں۔

اس میں ایک کہانی کا ذکر ہے جس میں ایک شخصیت کے قتل کی تفصیل درج ہے۔

ہمیں اس کتاب کے مواد کا جائزہ لینا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ اس میں کوئی ایسا راز تو نہیں چھپایا گیا جو حسین احمد کے قتل سے جڑا ہو۔"

انسپکٹر حیات نے فوراًاس بات پر عمل کیا اور حسین احمد کی کتاب کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ نیا زاویہ تفتیش میں ایک اہم قدم ہوسکتا ہے۔

جب کتاب مل گئی، عمران اور کا میلا نے اسے بہت دھیان سے پڑھنا شروع کیا۔

کہانی میں قتل کا طریقہ اور مجرم کے مخصوص رویے میں کچھ ایسی خصوصیات تھیں جو حسین احمد کے حقیقی زندگی کے واقعات سے میل کھاتی تھیں۔

"یہ دیکھو، علی عمران، یہ کہانی کا ایک حصہ ہے جہاں قتل کے بعد قاتل کا ایک قریبی دوست اس سے سوالات کرتا ہے اور وہ جواب دینے سے گریز کرتا ہے۔

یہ منظر شاہد کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس سے بہت مماثل ہے"! کا میلا نے کتاب کے ایک باب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

علی عمران نے اس کی بات پر دھیان دیا اور کہا، "یعنی، حسین احمد کی کہانی میں اس کا اپنا ایک نوعیت کا عکس تھا؟

کیا اس نے جان بوجھ کر اپنی کہانی میں کچھ اشارے دیے ہیں؟"
کامیلا نے کہا، "ممکن ہے کہ حسین احمد نے اس کہانی کے ذریعے کچھ گہرے راز بتانے کی کوشش کی ہو۔
شاید وہ جانتا تھا کہ اس کے اردگرد کے لوگ اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور اس نے اپنی کتاب میں ان سب باتوں کا پردہ اٹھایا۔"
علی نے فوراً انسپکٹر حیات سے دوبارہ رابطہ کیا۔ "انسپکٹر، یہ بہت اہم معلومات ہیں۔
ہمیں شاہد کی تفتیش میں مزید گہرائی سے جانا ہوگا۔
ہمیں اس بات کا پتہ چلانا ہوگا کہ کیا حسین احمد کی کتاب میں دی گئی تفصیلات اس کے قتل کی اصل وجہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔"
انسپکٹر حیات نے کہا، "ہم شاہد کی تفتیش میں مزید تیزی لائیں گے اور کتاب کی کہانی کے حوالے سے ہر ممکن پہلو پر غور کریں گے۔"
علی اور کامیلا نے اس بات پر زور دیا کہ حسین احمد کے قتل کے پیچھے شاید اس کے قریبی لوگوں کا ہاتھ ہو سکتا ہے،
اور اس کی کتاب میں چھپے راز ہی اس معاملے کی حقیقت کا پتہ دے سکتے ہیں۔
دونوں نے اس کیس کی گہرائی سے تحقیق جاری رکھنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ اس پیچیدہ قتل کے راز کو بے نقاب کر سکیں۔

انسپکٹر حیات ایک تجربہ کار پولیس اہلکار تھا، جس کی آنکھوں میں حالات کا گہرا تجزیہ کرنے کی صلاحیت تھی۔
علی عمران اور کامیلا نے اسے حسین احمد کی کتاب کی کہانی کے بارے میں بتایا، جس میں ایک قتل کی واردات کی تفصیل تھی۔
انسپکٹر حیات نے کہا، "یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔ یہ کہانی اور اس کی موت میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔
ہمیں اس پر مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔"
علی اور کامیلا نے مزید تفتیش کی تو پتہ چلا کہ حسین احمد کی کتاب میں جو قتل کی کہانی تھی، وہ حقیقت کے قریب تھی۔
حسین احمد نے اپنے ذاتی زندگی کے کچھ راز اپنی کتاب میں چھپائے تھے۔
اس کی موت دراصل ان رازوں کی قیمت تھی۔
انسپکٹر حیات نے شاہد کی پچھلی تاریخ کو جانچتے ہوئے یہ معلوم کیا کہ شاہد کے خلاف کچھ سنگین الزامات تھے، جن کا تعلق حسین احمد کی کتاب سے تھا۔
آخرکار، علی عمران نے حقیقت کو بے نقاب کیا۔
حسین احمد کا قتل ایک منصوبہ بندی کے تحت کیا گیا تھا، تاکہ وہ اپنی کتاب کے ذریعے ایک سچ کو سامنے لانے کی کوشش نہ کرے۔
شاہد، جو حسین احمد کا دوست تھا، ایک کمرشل مفاد کے تحت مختلف جرائم میں ملوث تھا۔
وہ حسین احمد سے اپنے رازوں کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اس کی ذاتی زندگی اور کاروبار پر کوئی اثر نہ پڑے۔
یہ تفتیشی کیس علی، کامیلا اور انسپکٹر حیات کے لئے ایک کٹھن سفر تھا،
لیکن آخرکار وہ اس سچائی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جس نے پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔
حسین احمد کی کتاب کی حقیقت، جو ایک کہانی تھی، اب سچ بن چکی تھی۔
علی نے اس کیس کو اپنے صحافتی کیریئر کی سب سے اہم فتح کے طور پر یاد رکھا اور اس نے سچائی کی تلاش کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔

عمران نے سب سے پہلے حسین احمد کے بھائی، فہیم، سے رابطہ کیا۔فہیم ایک خاموش مزاج انسان تھا، اوراس کے چہرے پر غم کی گہرائی تھی۔
علی نے اس سے بات کی تو وہ ابتدا میں ہچکچایا، لیکن پھر اس نے کہا، "میرے بھائی کا کوئی دشمن نہیں تھا۔
وہ بہت نرم دل اور مخلص انسان تھا، لیکن اس کے کچھ دوستوں سے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آ چکا تھا۔"
آپ کو کس پر شک ہے؟
فہیم نے فاروق کا ذکر کیا اور کہا، "ہاں، وہ فاروق ہمیشہ بھائی حسین احمد کے ساتھ بحث کرتا رہتا تھا۔
لیکن میں نہیں جانتا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی اتنا بڑا تنازعہ تھا جو اس قتل کا سبب بنے۔"
عمران اور کامیلا نے اس نئی اطلاع کو اپنے ذہن میں رکھا اور فاروق کا پتہ چلانے کے لیے اپنی تحقیقات مزید تیز کر دیں۔
فاروق ایک تیز طراز اور شاطر شخصیت کا مالک تھا۔اس کی آنکھوں میں مکارانہ چمک تھی،
اور وہ عمران کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے بے چین لگ رہا تھا۔"تم کیا چاہتے ہو؟" فاروق نے سوال کیا۔
عمران نے اسے سیدھا سوال کیا، "کیا تم نے حسین احمد کی کتاب کے بارے میں کبھی کسی سے بات کی تھی؟
اور کیا تمہیں اس کے قتل سے کوئی تعلق ہے؟"
فاروق کا چہرہ لمحوں کے لیے ساکت ہو گیا، پھر اس نے بیزاری سے کہا، "میرے حسین احمد سے کچھ ذاتی معاملات تھے،
مگر میں اس کی موت میں شامل نہیں ہوں۔ وہ میرے لیے کوئی خطرہ نہیں تھا۔"
علی عمران نے اس کے جواب پر مزید سوالات کیے، لیکن فاروق نے ہمیشہ باتوں کو گھماتے ہوئے جواب دیا۔
تاہم، علی عمران کو یقین تھا کہ فاروق کچھ نہ کچھ چھپا رہا تھا۔
عمران اور کامیلا نے اپنی تحقیقات کو مزید بڑھایا، اور اس دوران ایک بات واضح ہو گئی: حسین احمد کا قتل صرف ایک اتفاق نہیں تھا،
بلکہ اس کے پیچھے کئی لوگوں کے مفادات اور راز چھپے ہوئے تھے، جنہیں علی اور کامیلا بے نقاب کرنے والے تھے۔
ایک حیران کن موڑ پر، عمران کو معلوم ہوتا ہے کہ شاہد اور مقتول کے درمیان ایک طاقتور کاروباری دشمنی تھی،
اور مقتول کی کتاب میں ایسے حقائق شامل تھے جو اس دشمنی کو بے نقاب کر سکتے تھے۔
عمران اور کامیلا نے حسین احمد کے قتل کی تفتیش میں کئی پہلوؤں کو کھوجا تھا،
اور ہر سوال کا جواب ایک نیا راز سامنے لاتا تھا۔
شاہد سے بات کرنے کے بعد، علی کو ایک نیا زاویہ ملا تھا، لیکن کچھ چیزیں ابھی بھی غیر واضح تھیں۔
شاہد کا راز تھا کہ وہ حسین احمد کی کتاب میں چھپے کچھ اہم حقائق سے بخوبی واقف تھا، جن کا تعلق ان کے درمیان کاروباری تعلقات سے تھا۔
تاہم، شاہد نے یہ بات صاف طور پر نہیں کہی تھی، اور علی کو یقین تھا کہ کچھ بڑا چھپایا جا رہا ہے۔
ایک دن علی اور کامیلا نے فیصلہ کیا کہ وہ حسین احمد کے کاروباری روابط پر بھی مزید تحقیق کریں گے۔
اس دوران، ایک اور گواہ کا نام سامنے آیا جس کا ذکر شاہد نے کیا تھا—
حسین احمد کا پرانا بزنس پارٹنر، عارف۔ عارف ایک طاقتور اور کامیاب کاروباری شخصیت تھا، جو حسین احمد کے ساتھ ایک مشترکہ منصوبے میں ملوث تھا۔
علی کو یہ پتہ چلا کہ حسین احمد اور عارف کے درمیان کچھ عرصہ قبل کاروبار کے حوالے سے شدید اختلافات پیدا ہوئے تھے،
اور ان دونوں کے درمیان تنازعات کا سلسلہ کافی بڑھ گیا تھا۔

علی اور کامیلا نے فوراً عارف کا پتہ چلایا اور اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔
عارف کا دفتر شہر کے ایک اعلیٰ کاروباری علاقے میں تھا، جہاں ہمیشہ شور اور رش رہتا تھا۔
عمران اور کامیلا وہاں پہنچے اور عارف سے ملاقات کی۔
عارف نے ان سے ملاقات کے لیے اجازت دی اور دونوں اس کے دفتر میں داخل ہوئے۔
عارف ایک مضبوط شخصیت کا مالک تھا، جس کی آنکھوں میں خوداعتمادی اور چہرے پر ایک خاص قسم کی سنگینی تھی۔
اس نے علی اور کامیلا کو کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ایک دلکش بلیک بیزنس سوٹ میں بیزار ہو کر بیٹھ گیا۔
"آپ دونوں کیا چاہتے ہیں؟" عارف نے براہ راست سوال کیا۔
عمران نے اس کی جانب رخ کرتے ہوئے کہا، "ہمیں حسین احمد کے بارے میں کچھ معلومات چاہیے۔
ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی کتاب میں ایسے کون سے حقائق تھے جو اس کی اور آپ کی کاروباری دشمنی کو بے نقاب کر سکتے تھے؟"
عارف نے ایک لمحے کے لیے گہری سانس لی،
اور پھر بولا، "حسین احمد اور میرے درمیان کبھی کوئی معمولی اختلافات نہیں تھے۔
وہ ہمیشہ میری کامیابیوں سے جلتا تھا۔
میں نے اس کے ساتھ کئی منصوبوں میں سرمایہ کاری کی تھی،
لیکن وہ ہمیشہ میرے فیصلوں کو چیلنج کرتا رہتا تھا۔
ایک دن، اس نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے کاروباری تجربات پر ایک کتاب لکھنے والا ہے،
اور اس کتاب میں ہماری شراکت داری کے بارے میں سچائیاں ہوں گی۔"
عمران اور کامیلا دونوں نے اس کی باتوں پر دھیان دیا۔
عارف نے مزید کہا، "حسین احمد کا مقصد تھا کہ وہ میرے بارے میں وہ سب کچھ لوگوں تک پہنچا دے جو میں نہیں چاہتا تھا۔
اس کی کتاب میں ہماری کاروباری دشمنی اور میرے کچھ غیر قانونی اقدامات کا ذکر تھا۔"
یہ سن کر عمران کی دائیں رگ پھڑکنے لگی۔
وہ جانتا تھا کہ عارف کا مطلب یہ تھا کہ حسین احمد نے اپنی کتاب میں کچھ ایسی باتیں شامل کی تھیں جو عارف کی شہرت اور کاروبار کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھیں۔
یہ بات واضح ہو گئی کہ حسین احمد کی کتاب میں نہ صرف اس کی ذاتی زندگی بلکہ اس کے کاروباری تعلقات اور راز بھی چھپے ہوئے تھے،
اور یہ راز عارف کے لیے ایک خطرہ بن گئے تھے۔
عارف نے کہا، "میں نے حسین احمد سے کہا تھا کہ وہ اس کتاب کو نہ چھاپے، لیکن وہ نہیں مانا۔
اور جب میں نے اس پر دباؤ ڈالا، تو وہ اور زیادہ ضدی ہو گیا۔
اس کے بعد مجھے لگا کہ وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا،
اور اس نے کچھ ایسا لکھا جو میرے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتا تھا۔"
عمران اور کامیلا دونوں سمجھ گئے کہ عارف کا مفاد حسین احمد کی کتاب کے چھپنے میں نہیں دینا تھا۔
اس کا مقصد تھا کہ حسین احمد کسی بھی قیمت پر اپنی کتاب کے ذریعے اس کی حقیقت کو نہ بے نقاب کرے۔
عمران نے پھر عارف سے سوال کیا، "کیا آپ نے کبھی حسین احمد کو دھمکی دی تھی؟
کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس کتاب کے متعلق کوئی اور شخص بھی ان کا دشمن ہو سکتا تھا؟"

عارف نے تھوڑی دیر تک سوچا، پھر بیزاری سے کہا، "نہیں، میں نے حسین احمد کو دھمکی نہیں دی، لیکن اس کا ایک اور دشمن تھا — شاہد۔
شاہد اور حسین احمد کے درمیان کئی سالوں سے کاروباری تعلقات تھے،
اور ان دونوں میں شدید اختلافات ہو گئے تھے۔ حسین احمد نے شاہد کو اپنی کتاب میں بے نقاب کرنے کی دھمکی دی تھی،
اور شاہد اس بات سے بہت پریشان تھا۔"
یہ ایک اور اہم پہلو تھا جسے علی نے فوراً نوٹ کیا۔
علی کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حسین احمد کے قتل کی حقیقت کہیں نہ کہیں شاہد اور عارف کے درمیان موجود تھا،
اور وہ دونوں کسی نہ کسی طریقے سے اس معاملے میں ملوث ہو سکتے تھے۔
عمران اور کامیلا نے اس نئے سراغ پر مزید تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا اور شاہد سے دوبارہ بات کرنے کا ارادہ کیا۔
اس بار عمران کو یقین تھا کہ شاہد کے پاس وہ تمام معلومات ہیں جو حسین احمد کے قتل کی حقیقت کو بے نقاب کر سکتی ہیں۔
لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ شاہد خود اس قتل کے پیچھے ہو، اور وہ اس بات کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔
عارف صاحب کوئی اور بات جو غیر معمولی ہو؟
ہاں ایک بات اور ہے وہ یہ کہ شاعر اقتدار علی خان بھی اس کتاب کو چھپوانے سے روک رہے تھے۔
کیا کہا؟ مگر کیوں۔
نہیں جانتا کہ کیوں۔
عمران اور کامیلا نے اس راز کو حل کرنے کے لیے اپنے اگلے قدم کا منصوبہ بنایا،
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس معاملے کا حل صرف سچائی کی تلاش میں چھپا ہے۔
اب، وہ اس سچائی کو بے نقاب کرنے کے قریب پہنچ چکے تھے، جس کا انتظار پورا شہر کر رہا تھا۔
آخر میں، عمران اپنے قلبی استدلال کا استعمال کرتے ہوئے قاتل کا پتہ لگا تا ہے
اور یہ ثابت کرتا ہے کہ شاہد نے اپنے مفادات کے لئے حسین احمد کے ساتھ رہتا تھا۔
کہانی ایک دل چسپ انداز میں ختم ہوتی ہے، جہاں عمران نہ صرف خود کو اچھا افسر ثابت کیا بلکہ اپنے اصولوں کے تحت حقائق کی تلاش کو بھی جاری رکھا۔
عمران اور کامیلا کی تفتیش اب ایک پیچیدہ موڑ پر پہنچ چکی تھی۔
حسین احمد کی موت کے گرد گھیرا تنگ ہو رہا تھا،
اور عمران نے اب تک جو شواہد جمع کیے تھے، ان سے واضح ہو رہا تھا کہ اس قتل میں شاہد کا ہاتھ تھا۔
بظاہر ثبوت اسکے خلاف تھے۔ عمران کا دل حقیقت کے پیچھے تھا۔
عمران نے فیاض کو فون کیا اور اس کی آواز میں سنجیدگی تھی، "فیاض، قاتل کا پتا چل گیا ہے، چلو چلتے ہیں۔
"فیاض نے فوراً اپنی نفری کو تیار ہونے کا حکم دیا اور ساتھ ہی عمران سے پوچھا، "شاہد کو کہاں پکڑنا ہے؟"
عمران نے ایک گہری سانس لی اور کہا، "قاتل شاہد نہیں بلکہ شاعر اقتدار علی خان ہے۔
وہی شخص ہے جس نے ادیب حسین احمد کو زہر دیا تھا۔"
یہ سن کر فیاض کی آنکھوں میں حیرانی اور غصہ آ گیا۔ "اقتدار علی خان؟

یہ تو بہت بڑا دھچکا ہے۔"

اس نے فوراً اپنے عملے کو حکم دیا کہ وہ اقتدار علی خان کو گرفتار کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

چند گھنٹوں بعد، وہ اقتدار علی خان کے گھر پہنچے۔

وہ شاعر، جو ادب کی دنیا میں اپنا نام بنا چکا تھا، اب جرم کی دنیا کا حصہ بن چکا تھا۔

فیاض اور اس کی ٹیم نے اسے گرفتار کر لیا۔

اقتدار علی خان نے گرفتار ہونے کے بعد ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں کہا، پھر اس کی آنکھوں میں مایوسی اور شرمندگی تھی۔

وہ جان چکا تھا کہ اب اس کی شاعری اور شہرت کسی کام کی نہیں رہیں گے۔

اقتدار علی خان اعتراف کرتا ہے وہ قاتل میں ہی ہوں۔

اس کتاب میں میرا ہی ذکر تھا میں نے ہی جائیداد کے لئے اپنے چچازاد بھائی کا قتل کیا تھا اور یہ راز میرے منہ سے نکل گیا تھا۔

اور اس بدبخت حسین احمد نے اس پر پوری کتاب لکھ دی تھی۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ میں بےنقاب ہو جاوں۔

مگر نجانے یہ جوان لڑکا عمران نجانے کہاں سے آ گیا اس نے مجھے پہچان لیا۔

وہ غصے سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

فیاض اسے جیل لے جاتا ہے اور وہاں اس کا مقدمہ چلایا گیا۔

اقتدار علی خان جیل پہنچ چکا تھا اور اس کی گرفتاری نے ادیب حسین احمد کے خاندان کو انصاف دلایا۔

اب تو مجھ سے مشورہ لوں گے سوپر فیاض۔؟

کس سلسلے میں۔۔

میں تمھاری دوسری شادی کروانا چاہتا ہوں۔

تم کبھی نہیں سدھرو گے عمران۔

ختم شد